تنزیل و تاویل

تفسیر آیۂ:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا ..... مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ الخ

یوں تو قرآنِ مجید کی آیات میں معنوی تحریف کرنے کی ہر زمانے میں کوششیں کی گئی ہیں، اور ہر دور میں کج نظر لوگوں کا یہی شیوہ رہا ہے کہ کتاب الٰہی کے واضح ارشادات کو توڑ مروڑ کر اپنے نفس کی خواہشات یا اپنے مطلوبوں کے رجحانات و مطالبات کے مطابق ڈھالتے رہیں، لیکن زمانۂ حال میں جو معنوی تحریف آیت مندرجۂ عنوان میں کی گئی ہے، اس سے بڑھ کر گمراہ کن تحریف شائد ہی کبھی کی گئی ہو۔ دوسری تحریفات تو زیادہ تر احکام کی قطع و برید پر مشتمل ہیں، یا تعلیمات اسلامی کے اجزاء میں سے کسی جزو پر ضرب لگاتی ہیں، مگر یہ تحریف سرے سے اُس بنیاد ہی کو اکھیڑ دیتی ہے جس پر قرآن مجید تمام عالم کو ایک صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھکر اسکی زد اُس قاعدۂ کلیہ پر براہِ راست پڑتی ہے جو نوع انسانی کی ہدایت کیلیے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے، اور جسکے تحت ابتداے آفرینش سے بعثتِ محمدی صلعم تک تنزیل کتب اور ارسال رُسُل کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے اس تحریف نے روح ضلالت

بقیہ مضمون صفحہ ۲۸ ۔ دنیا جس اسفل السافلین کیطرف جارہی ہے، اسی طبقۂ جہنم میں یہ قوم بھی دنیا کی قوم کیساتھ بندھی بندھی جاگریگی، اور غضبِ خداوندی ایکبار پھر پکاریگا کہ أَلَا بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۔

کی وہ خدمت انجام دی ہے جس سے ائمۂ کفر و ضلال بھی عاجز رہ گئے تھے۔ یہ ایک طرف تو غیر مسلموں کو قرآن کی دعوتِ حق قبول نہ کرنے کیلیے خود قرآن ہی سے دلیل بہم پہنچاتی ہے، دوسری طرف مسلمانوں کی جماعت میں جو منافقین، اسلام کی گرفت سے آزاد ہونے کیلیے بے چین ہیں، ان کو کفر و اسلام کا امتیاز اٹھا دینے کی اجازت خود اسلام ہی کی زبان سے دلواتی ہے، اور تیسری طرف جو اچھے خاصے صاحبِ ایمان لوگ خدا کی کتاب اور اسکے رسول کی پیروی پر قائم ہیں، ان کے ایمان کو بھی متزلزل کر دیتی ہے، حتیٰ کہ وہ بیچارے اس شک میں پڑ جاتے ہیں کہ جب قرآن اور رسالتِ محمدی سے انکار کرکے بھی انسان نجات پا سکتا ہے، اور جب نجات کیلیے سرے سے کتاب اور رسالت پر ایمان لانے ہی کی ضرورت نہیں ہے، تو پھر یہ اسلام کی پابندی محض بے معنی ہے، اور ہمارا مسلمان ہونا، یا ہندو، عیسائی، پارسی، یہودی وغیرہ ہونا یکساں ہے۔ غرض یہ ایک شاہ ضرب (Master Stroke.) ہے جو ہر طرف سے اندر سے بھی اور باہر سے بھی، اسلام کو نشانہ بناتی ہے۔ داد دینی چاہیے اس ذہانت کی جس نے کتابِ ہدایت سے ضلالت کا یہ ہتھیار نکالا۔

مجھے بکثرت مجلسوں میں اس تحریف کے کرشمے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، اور خصوصیت کے ساتھ میں نے دیکھا کہ جدید تعلیم یافتہ حضرات بری طرح اسکے شکار ہو رہے ہیں۔ ناظرین ترجمان القرآن میں سے بھی متعدد اصحاب نے مجھے لکھا کہ اس آیت کی "جدید تفسیر" سے سخت غلط فہمیاں پھیل رہی ہیں۔ بعض غیر مسلم مشاہیر کی تحریروں اور تقریروں سے بھی اندازہ ہوا کہ اس "تفسیر نو" سے کافی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس فتنے کو دیکھ کر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا صحیح مفہوم قرآن مجید سے متعین کیا جائے، اور جو معنی اسکو پہنائے گئے ہیں، انکی تردید خود قرآن ہی سے کر دی جائے، کیونکہ جب قائل خود اپنے قول کی تشریح کر دے تو

تو کسی شخص کو اپنے طور پر اسکے قول کو کچھ دوسرے معنی پہنانے کا حق ہی نہیں رہتا۔

سب سے پہلے آیت کے اصل الفاظ ملاحظہ کر لیجیے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا	بیشک جو لوگ ایمان لائے (یعنی مسلمان) اور جو
وَالنَّصٰرٰی وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ	یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابی، ان میں سے جو کوئی بھی
الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ	اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لایا اور جس نے بھی نیک
وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔	عمل کیے، ان سب کیلیے انکے پروردگار کے ہاں اجر ہے
(البقرہ - ۸)	اور انکے لیے خوف اور رنج کی کوئی بات نہیں ہے۔

اسی مضمون کا اعادہ سورۂ مائدہ کے دسویں رکوع میں بھی تھوڑے سے تغیرِ لفظی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ دونوں آیتوں کا مفہوم متعین کرنے کیلیے ضروری ہے کہ پہلے کلام کا تجزیہ کرکے ایک ایک لفظ کا مفہوم متعین کیا جائے، اور اسکے بعد یہ دیکھا جائے کہ جو بات ان آیتوں میں مختصراً بیان کی گئی ہے، اس کی تفصیل خود قرآن میں دوسرے مقامات پر کس طرح کی گئی ہے۔

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ اس کا لفظی ترجمہ تو صرف اس قدر ہے کہ "بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے"۔ مگر اس مبتدا کی خبر مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (جو بھی اللہ پر ایمان لایا اور یوم آخر پر) میں دوبارہ ایمان لانیکا جوذکر کیا گیا ہے، اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایمان لانے والے کا ایمان لانا کیا معنی رکھتا ہے؟ الذین اٰمنوا سے اگر وہی لوگ مراد ہوں جو خدا اور آخرت پر ایمان لائے ہیں، تو انکے لیے دوبارہ من اٰمن باللہ والیوم الآخر کہنا فضول ہوگا۔ لہذا یہ ماننا لازم آتا ہے کہ الذین اٰمنوا سے مراد محض گروہ اہل اسلام ہے، اور اسکے مقابلہ میں من اٰمن باللہ والیوم الآخر سے ہر وہ شخص مراد ہے جو حقیقت ایمان کا حامل ہو، بلا لحاظ اس کے کہ وہ کس گروہ سے انتساب رکھتا ہے۔

نزولِ قرآن کے عہد میں گروہ بندی کے جو تخیلات دماغوں پر مسلط تھے، وہی آج بھی مسلط ہیں

اور ان کو پیشِ نظر رکھ کر یہ سمجھنا بہت آسان ہے کہ قرآن مجید یہاں دراصل فرق کر رہا ہے ان لوگوں کے درمیان جو اہلِ ایمان کے گروہ سے انتساب رکھتے ہیں، اور انکے درمیان جو فی الواقع حقیقت ایمان کے حامل ہیں - آج بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا فرقہ بندی کے نقطۂ نظر ہی سے اشخاص میں تمیز کرتی ہے ایک شخص کو مومن یا مسلم کہا جاتا ہے، صرف اسلیے کہ جماعتوں کی تقسیم کے اعتبار سے وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہے - اس سے بحث نہیں کہ وہ حقیقت میں بھی "مسلم" ہے یا نہیں - اسیطرح ایک عیسائی، ایک یہودی، ایک بودھی کو بھی اسکے ظاہری انتساب کا لحاظ کرتے ہوئے عیسائی، یہودی وغیرہ کہا جاتا ہے، قطع نظر اسکے کہ وہ حقیقت میں اپنے گروہ کے ایمانیات پر اعتقاد رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اسی قسم کی صورت حال نزولِ قرآن کے عہد میں بھی تھی کہ حقیقت سے قطع نظر کر کے نوع انسانی کو ظاہر کے اعتبار سے گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا - لوگ اس لحاظ سے اشخاص اور جماعتوں کے درمیان امتیاز کرتے تھے کہ فلاں شخص محمد صلعم کی جماعت کا آدمی ہے، اور فلاں یہودیوں کے گروہ سے ہے۔ اور فلاں نصرانیوں کے فرقہ والا ہے -

یہاں اللہ تعالیٰ اسی نقطۂ نظر کی غلطی واضح کرنا چاہتا ہے، اسلیے حقیقت نفس الامری کو بیان کرنے سے پہلے گروہوں کا ذکر اُن کے جدا جدا ناموں سے کر رہا ہے، اور ابتدا اس نے مسلمانوں کے گروہ سے کی ہے -

(۲) وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا - لفظی ترجمہ: "وہ لوگ جو یہودی ہوئے" - مقصود یہاں بھی وہی ہے جسکی تشریح اوپر کی گئی ہے - "یہودی ہوئے" سے یہ مراد نہیں کہ جنہوں نے حقیقت میں یہودیوں کا عقیدہ اور مسلک اختیار کیا ہے، اُن کیلیے وہ حکم ہے جو آگے چل کر بیان ہونے والا ہے - بلکہ دراصل گروہ اہل یہود میں شمار ہونے والوں کو "الذین ھادوا" سے تعبیر کیا گیا ہے -

(۳) وَالنَّصٰرٰی - سلسلۂ کلام کے تحت یہاں نصاریٰ سے مراد بھی "اعتقادی عیسائی"

نہیں ہیں، بلکہ وہ لوگ ہیں جو عیسائیوں کی قوم میں شمار ہوتے ہیں۔
(۴) والصَّابِئِیْنَ - یہ لفظ اہل عرب کی زبان میں عراق والجزیرہ وغیرہ علاقوں کے اس گروہ کیلیے بولا جاتا تھا جس میں انبیائے متقدمین کی تعلیمات کیساتھ کواکب پرستی اور ملائک پرستی کے عقائد غلط ملط ہو گئے تھے۔ یہاں بھی صابئین سے مراد محض اس گروہ کے لوگ ہیں، نہ کہ صابیت پر اعتقاد رکھنے والے۔
(۵) مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ الخ۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے: "جو کوئی ایمان لایا اللہ پر اور روز آخرت پر اور جس نے بھی نیک عمل کیا، ایسے لوگوں کا اجر انکے پروردگار کے پاس ہے، اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ رنج"۔
یہاں اللہ تعالیٰ نے دراصل اس خیال کی تردید کی ہے جو عام طور پر پھیلا ہوا ہے کہ انسانوں کی تقسیم نام و نسب اور ظاہری انتسابات کے اعتبار سے جو مختلف قوموں اور گروہوں میں کردی گئی ہے، اسی کے مطابق ان کا حشر بھی ہوگا۔ یہودی یہ سمجھتا ہے کہ جو یہودیوں کے گروہ میں شامل ہے وہی نجات پانیوالا ہے، اس گروہ سے باہر کسی کیلیے نجات نہیں ہے۔ نصرانی یہ گمان کرتا ہے کہ نصرانیوں کے گروہ میں شامل ہو جانا گویا اہل حق میں شامل ہونا ہے، اور اس گروہ سے باہر سب اہل باطل ہیں۔ مسلمان بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ محض گروہ اہل اسلام میں نام اور خاندان اور چند ظاہری اشکال و مراسم کے اعتبار سے شامل ہو جانا ہی "مسلمان" ہونا ہے، اور اس لحاظ سے جو لوگ اس گروہ میں شامل ہیں وہ ان لوگوں پر شرف رکھتے ہیں جو اس لحاظ سے ان میں شامل نہیں ہیں۔ ان غلط خیالات کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان اور انسان میں حقیقی فرق و امتیاز ظاہری گروہ بندی سے نہیں ہوتا، بلکہ اصل چیز ایمان اور عمل صالح ہے۔ جو مومن کہلاتا ہے، مگر حقیقت میں ایمان و عمل صالح سے بہرہ ور نہیں، وہ حقیقت میں مومن نہیں ہے، اور اس کا انجام وہ نہیں ہو سکتا

جو مومنین کیلیے مخصوص ہے۔ اسیطرح جو یہودی یا نصرانی یا صابی گروہوں کیطرف منسوب ہے، اگروہ ایمان و عمل صالح کی صفات سے متصف ہو جائے تو وہ حقیقت میں یہودی یا صابی نہیں بلکہ مومن ہے، اور اسکا حشر وہ ہوگا جو مومنین صالحین کیلیے مقرر کیا گیا ہے۔ لیکن اگروہ ان صفات سے عاری ہو تو جس طرح مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہونا کسی شخص کیلیے نافع نہیں، اسی طرح یہودی، یا نصرانی یا صابی گروہوں میں شامل ہونا بھی کسی کیلیے نافع نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر یہود و نصاریٰ کی اس گروہ پرستی کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور اسکی تردید کی گئی ہے۔ مثلاً فرمایا:

قَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۔ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ - ۱۴)	انہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں نہ جائیگا تاوقتیکہ وہ یہودی نہ ہو۔ یا نصرانی نہ ہو۔ یہ محض انکے من سمجھوتے ہیں۔ اے محمد! ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ۔ ہاں جو خدا کے آگے سر تسلیم خم کردے اور نیکوکار رہے اس کے لیے اپنے پروردگار کے ہاں اجر ہے اور ایسے ہی لوگوں کیلیے کوئی خوف اور رنج نہیں ہے۔
وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ۚ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ ۔ (المائدہ - ۳)	یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اسکے پیارے ہیں۔ اے محمد! ان سے پوچھو کہ پھر اللہ تمہارے گناہوں کی تم کو سزا کیوں دیتا ہے؟ دراصل تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے خدا نے اور انسان پیدا کیے ہیں۔
قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا	انہوں نے کہا کہ ہم کو آگ ہرگز نہ چھوئیگی اور اگر چھوبھی گئی تو زیادہ سے زیادہ چند روز۔ جو باتیں انہوں

يَفْتَرُونَ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ - (آلِ عمران - ۳)

نے خود گھڑلی ہیں اُنہی نے انکو اپنے دین کے بارے میں دہوکا دے رکھا ہے۔ پھر اس وقت کیسی کچھ گذریگی جب ہم انکو اُس دن جمع کرینگے جسکے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اور ہر شخص کو اپنے کیے کا پورا بدلہ ملیگا اور لوگوں کے ساتھ ظلم نہ ہوگا بلکہ وہی کیا جائیگا جسکے وہ حقیقت میں مستحق ہونگے۔

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (البقرہ - ۱۱)

اے محمدؐ ان سے کہو کہ اگر اللہ کے ہاں آخرت کا گھر بس تمہارے ہی لیے ہے اور دوسرے لوگ اس میں حصہ دار نہیں ہیں، تب تو تم کو موت کی تمنا کرنی چاہیے، اگر تم سچے ہو۔

ان تمام آیات میں یہی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اللہ کا کسی گروہ کیساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ نہ نجات پر کسی قوم کا اجارہ ہے۔ تم اس بنا پر کسی خاص برتاؤ کا حق نہیں رکھتے کہ فلاں قوم میں پیدا ہوئے ہو، یا فلاں جماعت سے منسوب ہو۔ خدا کی نگاہ میں انسان ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں۔ کوئی قوم نہ بجائے خود چہیتی اور مقبول بارگاہ ہے، اور نہ کوئی قوم صرف اسلیے راندۂ درگاہ ہے کہ وہ فلاں نام سے موسوم اور فلاں طبقہ سے منسوب ہے۔ خدا کے ہاں اصل وزن انتسابات اور قومیتوں کا نہیں ہے بلکہ اصول اور حقائق کا ہے۔ سچے دل سے ایمان لاؤ گے اور نیک عمل کروگے تو اچھا بدلہ پاؤ گے، اور اگر ایمان و عمل صالح سے خالی رہوگے تو کوئی چیز تمہیں بری جزا سے نہ بچا سکیگی خواہ تم کسی گروہ سے تعلق رکھتے ہو۔ اسی مضمون کو مسلمانوں اور اہل کتاب دونوں سے خطاب کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے:

لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ

عاقبت کا مدار نہ تمہاری خواہشات پر ہے

اَلْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا - وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا (النساء - ۱۸)

اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر - جو برا عمل کریگا اسکا بدلہ پائیگا اور خدا کی پکڑ سے بچانے کیلیے اسکو کوئی حامی و مددگار نہ ملیگا - اور جو نیک عمل کریگا اس حال میں کہ وہ با ایمان ہو، تو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ایسے ہی لوگ جنت میں جائینگے - دونوں قسم کے آدمیوں کے ساتھ رتی برابر بھی ظلم نہ کیا جائیگا۔

یہی بات ہے جسکو آیت زیر بحث میں ایک دوسرے انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ وہاں اس امر کی بحث نہ تھی کہ مومن ہونے کیلیے کن کن باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، اور صالح ہونے کیلیے عمل کا ضابطہ کیا ہونا چاہیے - یہ تفصیلات قرآن میں دوسری جگہ بیان ہوئی ہیں - وہاں تو محض یہ قاعدۂ کلیہ بیان کرنا مقصود تھا کہ خدا کے ہاں اصلی اعتبار حقائق نفس الامری کا ہے، نہ کہ ان خارجی مظاہر اور سطحی اشکال اور نمایشی انتسابات کا جن پر دنیا کے لوگ سکے مرتے ہیں - اسی لیے وہاں حقائق نفس الامری کیطرف ایک مختصر اشارہ کر دیا گیا - اب اگر کوئی شخص اس سے یہ معنی نکالتا ہے کہ اس آیت میں خدا اور آخرت پر ایمان لانیکا جو ذکر کیا گیا ہے بس یہی اصل دین ہے، اور یہی انسان کی نجات کیلیے کافی ہے، اس کے بعد کسی رسول یا کسی کتاب کو ماننے اور کسی شریعت کا اتباع کرنیکی ضرورت نہیں، یا یہ کہے کہ قرآن کی دعوت کا منشار اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہ ہندو پکا ہندو بن جائے، اور یہودی سچا یہودی بنکر رہے، اور ہر شخص اسی مذہب کا پورا اتباع کرے جسکا وہ معتقد ہے، باقی رہا قرآن اور رسالت محمدی پر ایمان، تو وہ نجات کیلیے شرط نہیں، تو ایسے شخص کے متعلق ہم صاف کہتے ہیں کہ وہ قرآن کی تفسیر نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ مذاق کرتا ہے - اس کی بات تسلیم ہی نہیں کی جاسکتی

جب تک کہ ان دو آیتوں کو مستثنیٰ کر کے سارے قرآن کا انکار نہ کر دیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ دین کی اصل ایمان باللہ ہی ہے، اور اسی لیے آیات زیر بحث میں سب سے پہلے اسی کا ذکر کیا گیا ہے، مگر ایمان باللہ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ بس خدا کے وجود کا اقرار اور اسکی وحدانیت کا اقرار کر لیا جائے۔ قرآن واضح طور پر خود ہی ہم کو بتاتا ہے کہ ایمان باللہ سے اسکی مراد کیا ہے۔

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ ۱۴۱) جس نے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا اور نیکوکاری اختیار کی اسکے لیے اپنے رب کے ہاں اجر ہے اور ایسے لوگوں کیلیے کوئی خوف اور رنج نہیں۔

یہاں ایمان باللہ کی تشریح کر دی گئی کہ اس سے مراد "اسلام" یعنی اپنے آپ کو خدا کی رضا کا مطیع بنا دینا ہے، اور اس کا اجر بھی ٹھیک وہی بیان کیا گیا جو آیت ان الذین امنوا والذین ھادوا میں بیان کیا گیا ہے، یعنی ایسا کرنیوالے کا اجر اسکے رب کے پاس ہے اور اسکے لیے نہ خوف ہے اور نہ رنج۔

پھر دوسرے مقامات پر مزید تشریح کی گئی کہ ایسا ایمان یا "اسلام"، آدمی کو صرف انبیاء اور کتب آسمانی کی وساطت سے مل سکتا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص خود اپنی جگہ غور و فکر کر کے خدا اور آخرت کے متعلق ایک عقیدہ اور اخلاق فاضلہ کے متعلق ایک نظریہ قائم کر لے، یا اپنے ذاتی انتخاب سے کام لیکر کچھ باتیں اِس مذہب کی اور کچھ اُس مذہب کی چُن لے، اور وہ قرآن کی نظر میں "مومن" قرار پائے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ...... وَمَا کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہماری طرف آئی ہے اور ان کتابوں پر جو ابراہیم

أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۔ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ (البقرہ - ۱۶)

اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب کیطرف اتاری گئی تھیں، اور ان کتابوں پر جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دی گئیں، اور ان سب کتابوں پر جو تمام انبیا رکو اسکے پروردگار کیطرف سے دی گئیں

ہم ان پیغمبروں میں سے کسی کو الگ نہیں کرتے اور ہم اُسی خدا کے فرمانبردار (مسلم) ہیں - پس اگر وہ ایمان لائیں اُسی طرح جس طرح تم ایمان لائے ہو، تو انہوں نے ہدایت پالی - اور اگر وہ ایسے ایمان سے انکار کریں تو وہ ضد پر ہیں -

آلِ عمران میں دوبارہ اسی مضمون کا اعادہ کیا گیا ہے اور نَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ تک بیان کرنیکے بعد صاف کہا گیا ہے کہ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (رکوع ۹) یعنی جو شخص اس دینِ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین پسند کرے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور آخرت میں وہ نامراد رہے گا۔

پھر اسی سورہ میں دوسری جگہ فرمایا :

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا (رکوع ۲)

اگر وہ تم سے حجت کریں تو کہو کہ میں نے اور میرے پیرووں نے تو اپنے آپ کو خدا کی رضا کا مطیع (مسلم) بنا دیا ہے۔ پھر اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور جاہلوں (غیر اہلِ کتاب) سے کہو کہ کیا تم بھی اسی طرح اسلام لائے ہو؟ اگر وہ اسلام لائیں، تب وہ بیشک ہدایت یافتہ ہونگے۔

ان آیات سے پوری صراحت کیسا تھ یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ آیت زیرِ تفسیر میں ایمان باللہ سے مراد محض خدا کو مان لینا نہیں ہے، بلکہ انبیا علیہم السلام اور کتبِ آسمانی کی تعلیم کے

مطابق ماننا ہے اور اسی کا نام اسلام ہے۔ قرآن نہایت قطعی الفاظ میں بار بار اس امر کا اعادہ کرتا ہے کہ نبی اور کتاب کا واسطہ انسانی ہدایت کیلیے ناگزیر ہے۔ اس واسطہ سے بے نیاز ہوکر کوئی شخص ہدایت نہیں پاسکتا۔ اور اس بنا پر کوئی شخص صاحب ایمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ خدا کیساتھ اسکے پیغمبروں پر اور اسکی کتابوں پر بھی ایمان نہ لائے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (النور - ۹)	مومن تو صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائیں۔
وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا (النساء - ۲۰)	اور جو کوئی اللہ سے اور اسکے ملائکہ اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں اور روز آخرت سے کفر کرے وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔
وَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّھَا وَرُسُلِہٖ فَحَاسَبْنٰھَا حِسَابًا شَدِیْدًا وَّعَذَّبْنٰھَا عَذَابًا نُّکْرًا فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِھَا وَکَانَ عَاقِبَۃُ اَمْرِھَا خُسْرًا۔ (الطلاق - ۲)	اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے پروردگار اور اسکے رسولوں کے حکم سے سرتابی کی۔ تو ہم نے ان سے سخت بازپرس کی اور ان کو بڑی بُری سزا دی اور انہوں نے اپنے کیے کا مزہ چکھا اور آخرکار وہ گھاٹے میں رہے۔

یہ ان بے شمار آیات میں سے چند ہیں جن میں صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ ایمان باللہ کیساتھ ایمان بالکتب اور ایمان بالرسل کا تعلق قطعاً غیر منفک ہے، اور رسالت کا منکر کسی طرح خدا کا مومن نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ بھی بیان کردیا گیا کہ ایمان بالکتب اور ایمان بالرسل کے معنی یہی نہیں ہیں کہ رسولوں کی عظمت و بزرگی کا اعتراف کرلیا جائے اور زبان سے کہدیا جائے کہ ہم ان کو بھی مانتے ہیں اور انکی لائی ہوئی کتابوں کو بھی۔ ایمان کیلیے محض ایک تعظیمی اعتراف

کافی نہیں ہے جیسا کہ برہمو سماجی حضرات یا گاندھی جی کی قسم کے لوگ کرتے ہیں، بلکہ عملی اطاعت اور اتباع بھی ضروری ہے، اور اس قاعدہ کلیہ کو تسلیم کرنا ایک ناگزیر شرط ہے کہ نبی کا قول آخری قول (Last Word) ہے اور اسکے مقابلہ میں اپنی محبت چلانے کا کسی مومن کو حق نہیں:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء - ۹)	ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے، اسی لیے بھیجا ہے کہ فرمان خداوندی کے تحت اسکی اطاعت کی جائے
مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء - ۱۱)	جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔
وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (النساء - ۱۷)	جس شخص نے رسول سے جھگڑا کیا، درانحالیکہ ہدایت اس پر واضح ہو چکی ہو، اور مومنوں کے طریقے (یعنی اطاعت رسول) کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا، تو جدھر وہ مڑ گیا ہم بھی اسے ادھر ہی موڑ دینگے اور اسے جہنم میں جھونکینگے اور اس کا بہت برا ٹھکانا ہوگا۔
وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب - ۵)	کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب خدا اور اسکا رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو پھر وہ خود اپنے معاملہ میں اپنے اختیار سے کوئی فیصلہ کرے۔ اللہ اور اس کے رسول کی جس نے نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہوا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء - ۹)

نہیں تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہیں ہونگے جب تک کہ وہ اپنے باہمی اختلاف میں (اے نبی) تجھ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، اور جو فیصلہ تو کرے اس پر اپنے دل میں بھی کوئی تنگی محسوس کریں، بلکہ بے چون و چرا اس کو تسلیم کریں۔

اسکے ساتھ یہ بھی تصریح کی گئی کہ کسی ایک نبی یا ایک کتاب کو، یا چند انبیاء یا چند کتابوں کو مان لینا کافی نہیں ہے، بلکہ تمام انبیاء اور تمام خدائی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، حتی کہ اگر ایک نبی کا بھی انکار کیا جائیگا تو تمام انبیاء اور خود اللہ تعالیٰ سے کفر لازم آئیگا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (النساء - ۲۱)

جو لوگ اللہ اور اسکے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ اور جو لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کریں (یعنی خدا کو مانیں اور رسولوں کو نہ مانیں)۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانینگے اور بعض کو نہ مانینگے اور چاہتے ہیں کہ درمیان کی کوئی راہ اختیار کریں، وہ سب کے سب بالیقین کافر ہیں۔

یہ اسلیے کہ تمام انبیاء ایک ناقابلِ تفریق جماعت ہیں اور ایک ہی دین کی دعوت دیتے ہیں۔ لہذا ایک کا انکار، سب کا انکار، بلکہ اصل دین کا انکار ہے۔ اگر دس آدمی ایک ہی بات کہتے ہوں تو تمہارے لیے اسکے سوا چارہ نہیں کہ یا تو سب کی تصدیق کرو یا سب کی تکذیب کردو۔ جو شخص ان میں سے نو کو سچا کہیگا اور ایک کو جھوٹا کہیگا، وہ در اصل دسوں کی تکذیب بلکہ خود اس بات کی تکذیب کا مرتکب ہوگا جو